رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ - - - - - ے
ششماہی - - - - - ہے

شرح چندہ
سالانہ - - - - - ے
ششماہی - - - - - ہے

ہفتہ وار
مملکت

ایڈیٹر میر حسن الدین

قیمت فی پرچہ (۲ر)

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

جلد (۹) | ۴ بہمن ۱۳۵۹ ف | ۱۳ صفر ۱۳۶۹ھ روز یکشنبہ | ۴ ڈسمبر ۱۹۴۹ء | نمبر (۴۴)

کیا ہندوستان غیر جانبدار رہے گا؟

از

یم، ین، رائے

پنڈت نہرو کا امریکہ میں دنیا کے قائد کی حیثیت سے خیر مقدم کیا گیا۔ وہ اپنے مشن میں کامیاب رہے۔ ان کی کامیابی کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ امریکہ میں شاید ہی کسی بیرونی مہمان کا اس طرح شاندار استقبال کیا گیا ہو۔ ہندوستان کو یقیناً اس اعزاز پر فخر ہوگا جو اس کے قائد کو دیا گیا۔ پنڈت نہرو کو شخصی طور پر جو خراج عقیدت پیش کیا گیا وہ اس کے مستحق تھے لیکن یہ ایک شخصی کامیابی تھی۔ اب یہ چہل پہل ختم ہو گئی۔ اب پنڈت نہرو کو اپنے ملک کے عملی مسائل پر متوجہ ہونا ہے۔

اپنے قائد کے سفر امریکہ کے نتیجے کے طور پر ہندوستان نے امریکہ سے جو وعدے کئے ہیں اُن سے اب سب واقف ہو چکے ہیں۔ پنڈت نہرو نے امریکی کانگریس کو مخاطب کرتے ہوئے صاف و صریح الفاظ میں ہندوستان کا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ یہ اعلان باقی نہیں رہا کہ ہندوستان اپنی خارجی حکمت عملی میں غیر جانبدار رہے گا اور اس اصول کو بھی خیرباد کہدیا گیا کہ جبرانی قوت کا مقابلہ عدم تشدد سے کیا جائے حالانکہ جنگ سے تباہ شدہ دنیا کے آگے ہندوستان کا یہی پیام تھا۔

کہیں ہم پر یہ الزام نہ لگایا جائے کہ ہم نے اس تقریر کی غلط تعبیر کی ہے ہم خود پنڈت نہرو کے الفاظ دہرا دیتے ہیں۔

"اپنی پوری تاریخ میں ہندوستان اس کا علمبردار رہا ہے۔ اس قدیم لیکن نوجوان ہندوستان سے مہاتما گاندھی پیدا ہوئے۔ انہوں نے ہمیں ایک ایسا طرز عمل بتایا جو پرامن تھا۔ یہ اصول کہاں تک عمل کے وسیع تر دائروں پر منطبق ہو سکتا ہے؟ میں نہیں جانتا چونکہ حالات مختلف ہوتے ہیں اس لئے برائی کا مقابلہ کرنے کے لئے طریقہ کار کو بھی بدلنا پڑتا ہے جہاں آزادی حاصل کرنی اور اس کی حفاظت کرنی ہے جہاں جارحانہ اقدام کا مقابلہ کرنا ہے اور جو قوت ہم استعمال کریں وہ اس مقصد سے مطابقت رکھتی ہو۔

مہاتما گاندھی کی تعلیم تھی کہ تشدد بری چیز ہے اور برائی کا مقابلہ تشدد کے بُرے طریقے سے کرنا اچھے مقصد کی طرف رہنمائی نہیں کرتا۔ بین الاقوامی خلفشار میں ہندوستان کی غیر جانبداری کے متعلق کیا نقطۂ نظر ہے؟ پنڈت نہرو نے اسی تقریر میں کہا کہ "ہم حقائق سے چشم پوشی نہیں کر سکتے اور نہ ہم کسی ایسے مبلغ کو نظرانداز کر سکتے ہیں جو انسان کی آزادی کو دیا جائے خواہ وہ کسی گوشہ سے ہو۔ جہاں آزادی اور انصاف کو خطرہ لاحق ہو یا جہاں جارحانہ اقدام عمل میں آئے ہم غیر جانبدار نہیں رہ سکتے اور نہیں رہیں گے۔ اور اس امر کے متعلق بھی کوئی شبہ نہیں رہا کہ ہندوستان کس کے حق میں اپنی غیر جانبداری ترک کرے گا۔ پنڈت نہرو کی اس تقریر سے متعلق امریکی کانگریس کا ردعمل بیان کرتے ہوئے "ہندوستان ٹائمز" کا نامہ نگار خصوصی لکھتا ہے کہ عام خیال یہ ہے کہ اگر عالمی حالات نازک صورت اختیار کریں اور امریکہ جنگ میں کسی کے ساتھ ہو جائے تو آزادی اور جمہوریت کے علمبردار کی حیثیت سے ہندوستان ایک قابل اعتماد حلیف بن سکتا ہے۔ امریکی مدبر جو چین کے بجائے کسی اور حلیف کی تلاش میں تھے اس تقریر سے مطمئن ہیں۔ عدم تشدد کے اصول کو خیرباد کہہ کر امریکہ سے اتحاد کا پیش کش کرنے سے پہلے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ "اگرچہ ہماری معاشی امکانات بہت وسیع ہیں لیکن ان کو دولت کی صورت میں متبدل کرنے کے لئے فنی اور میکانکی امداد درکار ہے۔ ہم ایسی امداد اور اشتراک عمل کا ایسے شرائط پر خیر مقدم کریں گے جو ایک دوسرے کے لئے مفید ہوں۔ امریکہ کے سرمایہ داروں نے پہلے ہی سے اپنے شرائط مرتب کر لئے تھے۔ جیسے یہ کہ ان کی صنعتی سرگرمیوں میں کوئی قانونی رکاوٹ نہ ہو۔ ہندوستان سے باہر منافع روانہ کرنے میں کوئی مزاحمت نہ ہو اور اگر خانگی جائداد کے حق میں کوئی مداخلت ہو تو معقول معاوضہ دیا جائے۔ وزیر اعظم کی تقریر سے امریکی سرمایہ دار یہی نتیجہ اخذ کریں گے کہ ان کے شرائط قبول کر لئے گئے۔ اگرچہ زبان سیاسی استعمال کی گئی۔

ہفتہ وار
مملکت

۴ بہمن ۱۳۵۹ف

شذرات

ہندوستان کا نیا دستور

وہ دستور جس کے تحت آپ اور ہم زندگی گزارنے والے ہیں منظور ہو چکا ہے توقع ہے کہ عنقریب اس کی مطبوعہ کاپیاں دستیاب ہو جائیں گی جس کے بعد ہی اس دستور پر تبصرہ مناسب ہوگا۔ فی الوقت ہم یہاں ان آراء کو نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں جو دستور کی آخری خواندگی کے وقت ظاہر کئے گئے۔

مسٹر شنکر راؤ دیو نے کہا کہ اس دستور میں مہاتما گاندھی کے ان تصورات کو کوئی مقام نہیں دیا گیا جو معاشی اور سماجی جمہوریت سے متعلق مہاتما جی ظاہر فرمایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر پنجاب راؤ دیشمکھ نے کہا کہ اس دستور میں اور قانون حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء میں کوئی فرق نہیں۔ مسز ہنسا مہتا نے کہا کہ سب کچھ اس امر پر منحصر ہے کہ دستور کو چلایا کس طرح جائے گا۔ موصوفہ کی رائے ہے کہ کتابی صورت میں تو دستور اچھا ہے لیکن دستور کو چلانے والے اصحاب اس کی غیر مذہبی اور جمہوری اسپرٹ کو شاید نبھا نہ سکیں۔ پروفیسر کے۔ ٹی۔ شاہ نے کہا کہ اس دستور کے تحت ہندوستان شاید ہی اس قابل ہو کہ اپنی آزادی کا صحیح استعمال کر سکے۔ سیٹھ دامودر سروپ نے کہا کہ یہ دستور سرمایہ داروں اور زمینداروں کی جنت ہے اور اس غرض سے مدون کیا گیا ہے کہ اشتراکیت کی اشاعت کو روکا جائے۔ سردار حکم سنگھ نے کہا کہ سکھ قوم اس دستور سے بہت مایوس اور برداشتہ خاطر ہوئی ہے لیکن سب سے زیادہ دلچسپ تبصرہ مس پاٹسکر کا تھا جنھوں نے کہا کہ اس دستور کا سب سے اہم فقرہ وہ ہے جس کے ذریعہ دستور میں ترمیم کی اجازت دی گئی ہے۔

مسٹر جے پرکاش نارائن، ڈاکٹر رام منوہر لوہیا، اور سرت چندر بوس کی پارٹی بہ الفاظ دیگر سیاسی کارکنوں کی وہ جماعت جو کانگریس کی ہم نوا نہیں ہے اس دستور کو قطعاً ناپسند کرتی ہے۔ غرض جہاں ڈاکٹر راجندر پرشاد اور پنڈت نہرو کی تائید اس دستور کو حاصل ہے وہاں یہ اعتراضات بھی ہیں جن کے چند نمونے ہم نے سطور بالا میں پیش کئے ہیں۔ اس دستور کو جانچنے کے چند معیار ہیں۔ پہلا یہ کہ کیا اقلیتیں خواہ وہ مذہبی ہوں یا سیاسی اس دستور کے تحت اپنے آپ کو محفوظ اور آزاد محسوس کرتی ہیں یا نہیں۔ دوسرا معیار یہ ہے کہ کیا باشندگان ہند کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔ تیسرا یہ کہ کیا یہ دستور سماجی مساوات، معاشی جمہوریت اور منصفانہ تقسیم دولت کے اصول پر مرتب کیا گیا ہے یا نہیں۔ اور چوتھا اور آخری معیار یہ ہے کہ کیا اس دستور کے تحت دیگر اقوام مثلاً مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی وغیرہ کو شریک اقتدار کیا جائے گا یا نہیں۔

ہم کوشش کریں گے کہ نئے دستور سے متعلق مشاہیر اور ماہرین کی رائے پیش کرنے کے علاوہ خود بھی اس کی مختلف دفعات کا تجزیہ کریں اور یہ معلوم کریں کہ اگر کسی جماعت یا فرد کی آزادی یا اس کے بنیادی حقوق پر حملہ کیا جائے تو دستور اس کی کس حد تک حفاظت کرتا ہے نیز یہ معلوم کیا جائے کہ کیا انڈین یونین کے ہر باشندے کو معاشی اور سماجی میدان میں مساوی حقوق اور مواقع عطا کئے گئے ہیں۔!

مقام حیرت

ڈاکٹر لنکا سندرم نے ۲۷ نومبر کے ڈیلی نیوز میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں حیدرآباد کی مجلس دستور ساز پر صرف ہونے والی چالیس لاکھ کی رقم کو اسراف بیجا قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ریاست حیدرآباد کے باشندے ابھی اس قابل نہیں ہیں کہ نظم و نسق کی ذمہ داریاں سنبھال سکیں۔ اگر یہ رائے تنہا ڈاکٹر لنکا سندرم کی ہوتی تو نا قابل اعتنا ہوتی لیکن حیرت ہے کہ ہندوستان اور حیدرآباد کے وہ سارے جرائد جو کل تک حیدرآباد میں ذمہ دارانہ حکومت کے فوری قیام پر زور دے رہے تھے آج یہ کہہ رہے ہیں کہ حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کے قائدین پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا یا یہ کہ ان میں تدبر کا فقدان ہے۔

لکھنؤ کا نیشنل ہیرالڈ جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ پنڈت نہرو کا اخبار ہے صاف لکھ رہا ہے کہ اسٹیٹ کانگریس کی قیادت کے جھگڑے نہ تو وزارت ہی کو قائم رہنے دیں گے اور نہ وہ کسی مستحکم حکومت کے قیام کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ روزنامہ "سندیش" مدراس ۲۶ نومبر کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ حیدرآبادی عوام کی سیاسی تربیت خود ان کے قائدین نے روک رکھی وہ قائدین جو آپس میں دست و گریباں ہیں۔ اگر اسٹیٹ کانگریس کا الحاق انڈین نیشنل کانگریس سے ہو بھی جائے تو تب بھی حالات سدھر نہیں سکتے انڈین ایکسپریس لکھتا ہے کہ حکومت ہند کو حیدرآباد کے نظم و نسق کی ذمہ داریاں سنبھالنی پڑیں گی کیونکہ وہاں کے باشندے اس قابل نہیں ہیں۔ ناگپور کا ہتواد لکھتا ہے کہ حیدرآباد کے کانگریسی قائدین جو بھی حکومت بنائیں گے وہ ناکام ہو جائے گی اس لئے حکومت ہند نے مجبوراً مسٹر ویلوڈی کا تقرر کیا ہے۔ بمبئی کا فری پریس جرنل لکھتا ہے کہ حیدرآباد کے کانگریسی قائدین کے خلاف حکومت ہند کو سخت نقطہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ بمبئی کا ٹیلی گراف اسٹینڈرڈ میجر جنرل چودھری کی حکومت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اسٹیٹ کانگریس نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ عہدوں کی ذمہ داری سنبھالنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ اسٹیٹ کانگریس کے قائدین عوام کی فلاح و بہبود سے زیادہ اپنی شخصی فتح کو اہمیت دیتے ہیں۔ اگر ان قائدین کو حکومت بنانے کا موقع دیا گیا تو جنرل چودھری کے کئے ہوئے کاموں پر پانی پھر جائے گا۔ دہلی کا ہندی روزنامہ "نو بھارت" اس امر پر افسوس کرتا ہے کہ فوجی حکومت کے اختتام پر بھی عوامی حکومت صرف اس لئے قائم نہ ہو سکی کہ کانگریسی قائدین احساس ذمہ داری، حقیقت پسندی اور تدبر سے بیگانہ ہیں۔ پونا کا مشہور مہاسبھائی اخبار کیسری لکھتا ہے کہ یہ تصور غلط ہے کہ اگر اسٹیٹ کانگریس کو اقتدار سپرد کیا جائے تو جمہوری اصول کا گلا گھونٹ دیا جائے گا۔ بمبئی کا مرہٹی روزنامہ "نو بھارت" لکھتا ہے کہ جو لوگ حیدرآباد کے تعلق سے حکومت ہند کی پالیسی پر معترض ہو رہے ہیں وہ وہی ہیں جن کی اقتدار کی ہوس پوری نہ ہو سکی۔ اخبار مذکور اپنے قارئین سے پوچھتا ہے کہ حیدرآباد میں جو جماعت اقتدار پر قبضہ جمانا چاہتی ہے آیا وہ عوام کی دوست ہے یا نہیں۔ قارئین خود اس کا تصفیہ کر سکتے ہیں۔ ۱۳ نومبر کی اشاعت میں "انڈین ایکسپریس" اس امر پر اظہار طمانیت کرتا ہے کہ حیدرآباد میں عوامی وزارت قائم نہیں ہوئی۔ دہلی کا "ہندوستان ٹائمز"

لکھتا ہے کہ حیدرآباد میں عوامی حکومت کے قیام کے لئے حکومت ہند کو موزوں اور مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ دہلی کا اردو روزنامہ "وطن" جس کے مدیر مسٹر شیو نرائن بھنڈاری ہیں لکھتا ہے کہ چونکہ کانگریسی قائدین اپنے باہمی جھگڑے ختم نہیں کریں گے اس لئے مناسب ہوگا کہ ایک کل جماعتی حکومت قائم کی جائے اور اسٹیٹ کانگریس کے آئندہ داخلے کے لئے دروازہ کھلا رکھا جائے۔ بمبئی کرانیکل اور ہیلرٹ ——— بمبئی کا انگریزی روزنامہ جس کے مدیر سردار پٹیل کے صاحبزادے دایا بھائی پٹیل ہیں ——— فری پریس جرنل اور "اسٹینڈرڈ" نے اپنی اشاعت میں اس پر طمانیت کا اظہار کیا ہے کہ حیدرآباد میں ابھی عوامی حکومت قائم نہیں ہوگی۔ ان چاروں اخبارات نے حکومت ہند کو مبارکباد دی ہے کہ اس نے ایک قابل سویلین کے تحت ایک کام چلانے والی حکومت قائم کردی ہے۔ ۱۵ نومبر کے [illegible] میں بھی بالکل انہی خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ غرض ہندوستان کے مختلف اخبارات نے عوامی حکومت کے قیام کی مخالفت اور حکومت ہند کے موجودہ تسلط کو برقرار رکھنے کی تائید کی ہے۔

اس واقعہ پر ہم بجز اظہار حیرت کے اور کیا کرسکتے ہیں۔ اب بھی مقامی کانگریسی قائدین تنگ نظری اور تعصب کو چھوڑ کر برادر دوست نظر کے ساتھ آگے بڑھیں تو شاید ہندوستان کے ترقی پسند اخبارات کی رائے مختلف ہو۔

حیدرآباد کی انڈین یونین میں شرکت

پبلک کارکنوں کے تاثرات

مسٹر باقر علی مرزا نے اپنے بیان میں فرمایا کہ شرکت سے ریاست کے معاشی اور دیگر مسائل اطمینان بخش طریقے سے حل ہوسکیں گے۔ ریاست نے ہندوستانی دستور کو قبول کرلیا ہے اس لئے عوام دیگر مسائل پر اپنی توجہ دے سکیں گے۔ اب ہندوستانی دستور ساز اسمبلی میں حیدرآباد کی نمائندگی ہوجانی چاہئے لیکن مجھے افسوس ہے کہ شرکت کا اعلان بہت دیر میں ہوا۔

مسٹر ہرش چندر ہیڈا نے کہا کہ وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا۔ فرمان میں شرکت کو نظرانداز کرکے صرف ہندوستانی دستور کو قبول کیا گیا ہے۔ فرمان کا آخری جملہ بہت اہم ہے لیکن وہ بھی مبہم ہے۔ فرمان کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دستور ساز اسمبلی صرف اس فرمان کو منظور کرنے کے لئے جمع ہوگی۔ اس لئے گویا آئین سازی کا موقع نہیں دیا گیا۔ نظام کی قسمت کا فیصلہ کرنے اور ریاست کی تقسیم کی رائے دینے کا موقع نہ ملا تو رائے شماری میں سرکار کی چالیس لاکھ رقم ضائع ہوگی۔ رائے شماری اب ضروری نہیں رہی حکومت ہند اس جانب توجہ دے۔

مسٹر بسیا نے کہا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ نظام نے عوام کے اقتدار کو تسلیم کیا ہے۔ اب عوام کو چاہئے کہ وہ تمام ریاست کی شرکت بلکہ اس کی تقسیم کی تائید میں رائے دیں۔

ڈاکٹر میلکوٹے نے کہا کہ شرکت کے فرمان سے اطمینان بخش ہیں۔ آخری منظوری عوام ہی دیں گے۔ خواہ بعض لوگ نظام کو اتنا بھی اختیار دینا پسند نہ کریں لیکن حکومت ہند نے ہر پہلو پر غور کرکے نیز عوام کی رائے کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو اقدام کیا ہے اسے عوام کو قبول کرلینا چاہئے۔

سوامی رامانند تیرتھ ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان کی مجلس دستور ساز کے سوا کوئی اور مجلس دستور ساز منعقد نہیں ہوسکتی۔ حیدرآباد کی مجوزہ مجلس دستور ساز کے دائرہ عمل سے متعلق سوامی جی نے کہا کہ انہیں اب تک حکومت ہند کے کسی فیصلہ کا علم نہیں ہے۔ ان کی رائے میں حیدرآباد کی مجلس دستور ساز کا فیصلہ حکومت ہند کی منظوری کا محتاج ہوگا لیکن مجلس دستور ساز ریاست کے مستقبل سے اس کے رشتہ دار حضور نظام کے مستقبل سے متعلق کوئی فیصلہ کرنے میں آزاد ہوگی۔ حضور نظام کے عارضی طور پر قبول کرنے کا اعلان ہے تاکہ ہندوستان کے دستور کو جو ہندوستانی مجلس دستور ساز منظور کرے گی ریاست حیدرآباد میں نافذ کیا جائے۔

پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ حضور نظام کے فرمان نے عوام کے ذہن سے وہ تمام شکوک و شبہات دور کردئے جو ہندوستانی دستور کے حیدرآباد پر انطباق سے متعلق تھے۔ فرمان نے اس حقیقت کی توثیق کردی کہ حیدرآباد معاشی سیاسی اور دوسرے مفادات کے تعلق سے باقی ہندوستان سے وابستہ ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی مان لی گئی کہ ہندوستانی دستور جس کو ہندوستانی مجلس دستور ساز نے مدون کیا ہے حیدرآباد کے داخلہ کے لئے ایک ایسی موزوں گنجائش رکھی ہے کہ جس کے باعث حیدرآباد دستوری حیثیت سے انڈین یونین سے تعلقات پیدا کرسکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ریاست حیدرآباد کے اندرونی دستوری ڈھانچہ کی بھی ازسرنو تنظیم ہوسکتی ہے۔ زیربحث اعلان سے بلاشبہ عوام کا اقتدار مان لیا گیا ہے چونکہ خود حضور نظام نے کہا ہے کہ ان کا فیصلہ ریاستی عوام کی منظوری کے تابع ہوگا۔

حیدرآباد کی سوشلسٹ پارٹی نے ایک قرارداد میں کہا ہے کہ مجوزہ یا منتخبہ مجلس دستور ساز کی حیثیت کو گھٹادیا گیا ہے۔ حکومت ہند نے حضور نظام کے توسط سے شرکت کو قبول کرکے حیدرآبادی عوام کے حقوق پر ضرب لگائی ہے۔ اگر مجوزہ مجلس دستور ساز ایک رسمی چیز ہے اور موجودہ نظم و نسق کو بدلنے میں مدد دے گی تو پارٹی کے رویہ میں تبدیلی ضروری ہے۔

اسلامستان کی تحریک سے پاکستانی مفاد کو نقصان

چودھری خلیق الزمان پر ڈان کی کڑی تنقید

نئی دہلی۔ ۲۲ نومبر چودھری خلیق الزمان اسلامستان بنانے کا جو منصوبہ لے کر دوسرے ممالک کا دورہ کر رہے تھے۔ اس پر کراچی کی اطلاعات کے مطابق صرف ناکامی ہی نہیں بلکہ پاکستان کو نقصان بھی پہنچا ہے۔

خلیق الزمان پاکستان مسلم لیگ کے صدر ہیں۔ جب وہ اسلامستان کی مہم پر روانہ ہوئے تھے۔ اس وقت پاکستانی اخباروں نے ان کی بڑی ہمت افزائی کی تھی لیکن اب سب نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اس کے بجائے اس بات کی سخت مخالفت کر رہے ہیں کہ چودھری صاحب نے یہ مہم کیوں شروع کی۔

چنانچہ ڈان کے اڈیٹر نے لندن سے بذریعہ بحری تار اپنا اڈیٹوریل "اسلامستان سے ہوشیار" کے عنوان سے بھیجا ہے جو ڈان میں ۱۵ نومبر کو چھپا ہے۔

اس اڈیٹوریل میں لکھا گیا ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں اور ہمارے پاس اس کے وجوہ ہیں کہ چودھری خلیق الزماں نے اسلامستان کے لئے جو دورہ کیا ہے اس میں چاہے اچھی نیک نیتی شامل ہو لیکن اس سے پاکستان کو فائدے کے بجائے نقصان ہوا ہے۔ اس وقت ان کی اور چودھری خلیق الزماں صاحب کی پوزیشن پاکستان کے مسلمانوں کی مذہبی جماعت کے صدر کی ہے۔ انہوں نے اس تحریک کو غلط طریقہ پر سمجھا جا رہا ہے اور خیال ہے کہ اسے مسلم لیگ اور حکومت پاکستان کی حمایت حاصل ہے لیکن یہ خیال غلط ہے۔ اگرچہ تمام اسلامی ممالک سے دوستانہ برادرانہ تعلقات قائم کرنے کا فطری جذبہ ہے لیکن مسلم لیگ نے اسلامستان کی طرح کی کوئی پالیسی بطور فارمولا یا پالیسی تسلیم کی ہے نہ تو حکومت نے اس پر غور کیا ہے اور نہ چودھری خلیق الزماں نے یہ تحریک بالکل ذاتی طور پر چلائی ہے اس لئے ہم اس بات کی ضرورت سمجھتے ہیں کہ [illegible]

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بجا تنقید:۔

ہندوستان کی نئی جمہوریت کا دستور بالآخر تیار ہوگیا۔ اس دستور کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ دنیا کا سب سے ضخیم دستور ہے جو مملکت کے تمام امور پر حاوی ہے۔ اگر اس دستور کو نئے ہندوستان کا ادبی شاہکار کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اگر کوئی کمی ہے تو صرف اس قدر کہ زندگی کے روزمرہ معاملات کے متعلق خبریں کو ہدایات نہیں دی گئیں۔ اس کمی کو پورا کردیا جائے تو ڈاکٹر امبیڈکر واقعی نئے دستور کے امنو بن جاتے۔ (پیام)

ماڈرن نیوز کے ذریعہ مولوی ابوالحسن سید علی کا ایک بیان ۲۲ نومبر کو شائع ہوا ہے جس میں موصوف فرماتے ہیں۔

میں بہرحال ریاستی وزارت کے اس استدلال کو صحیح نہیں سمجھتا کہ جب تک فریقین ـــــ یعنے اسٹیٹ کانگریس کے دو گروپ ـــــ مل کر نہ آئیں حیدرآباد کے معاملات کو اس حالت میں رکھا جائے گا۔

یہ استدلال سیدھے ہی صحیح نہیں ہے کہ اس میں حصول وزارت کے امکانات بہت دور ہو جاتے ہیں۔ اسٹیٹ کانگریس کے قائدین کے ساتھ مولوی صاحب یہی کہتے ہوں گے ؎

آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

سوامی رامانند تیرتھ ایک صحافتی بیان میں فرماتے ہیں کہ ہندوستانی مجلس دستور ساز کے سوا کوئی اور مجلس دستور ساز مقتدر نہیں ہوسکتی۔۔۔۔ حیدرآباد کی مجلس دستور ساز کا ہر فیصلہ حکومت ہند کی منظوری کا محتاج ہوگا لیکن مجلس دستور ساز ریاست اور حضور نظام کے مستقبل سے متعلق کوئی فیصلہ کرنے میں آزاد رہے گی۔

علم فہم زبان شب اگر اختیار سردار پٹیل کو حاصل ہے تو سوامی جی کو آزادی حاصل ہے۔ گویا سوامی جی سردار پٹیل سے کہنا چاہتے ہیں۔
تو جو مختل ہے تو جنگا کر مختل ہم بھی

معاصر "شعیب" تحریر کرتا ہے کہ:۔

ہم اسٹیٹ کانگریس کے دونوں گروپ کے رہنماؤں سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ لوگ کس چیز پر لڑ رہے ہیں۔ آپ جو یا تو عوام کی نمائندگی کے دعویدار ہیں کن بنیادی سوالات پر باہمی اختلافات میں مبتلا ہیں۔

۱۳ نومبر کے اداریہ میں معاصر "شعیب" نے حیدرآباد کے مسلمانوں سے دریافت کیا تھا کہ اسٹیٹ کانگریس کے متعلق ان کے کیا خیالات ہیں۔ اب حیدرآباد کے مسلمان سوچ رہے ہیں کہ مولانا انیس الرحمٰن مدیر "شعیب" کی اسٹیٹ کانگریس کے متعلق کیا رائے ہے۔

مسٹر مہادیو سنگھ معتمد سوشلسٹ پارٹی ایک بیان میں لکھتے ہیں کہ:۔

حیدرآباد کے حکومت ہند میں الحاق یا انضمام سے ایک زبردست معاشی بحران رونما ہوگا مملوکہ گردگیری، ٹپہ سکہ کی جداگانہ حیثیت ختم ہو جانے سے ریاست کی نصف سے زائد آمدنی گھٹ جائے گی۔ ریاست کو ایک طویل عرصہ کے لئے مالی مشکلات میں پھنس جانا پڑے گا۔

مسٹر مہادیو سنگھ ریاست کی تقسیم بھی چاہتے ہیں اور الحاق یا انضمام کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ آخر یہ چاہتے کیا ہیں۔
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

حیدرآباد کی انڈین یونین میں شرکت سے متعلق معاصر "مشیر دکن" لکھتا ہے کہ:۔

بزرگوں کا یہ کہنا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ منجانب پرمیشور ہوتا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ بندگان خدا کی بہبودی کے لئے ہوتا ہے۔

یہ اُن بزرگوں کا قول ہے جو غیر مذہبی مملکت کے قیام سے پہلے گزر چکے ہیں۔

پاکستان جانے والوں کا وظیفہ بند کردیا گیا۔

(اخباری سرخی)

خیر یہ تو کوئی بات نہیں مگر مولانا انیس الرحمٰن مدیر "شعیب" ان لوگوں کا کہنا پانی ہی بند کردینا چاہتے ہیں جو پاکستان جانا نہیں چاہتے اور حیدرآباد ہی میں رہنا چاہتے ہیں۔

اپنے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں سے ہماری یہی اپیل ہے کہ آپ اس تذبذب کو اپنے دل سے نکال کر پھینک دیں اور ردوعمل ترک کرکے کسی ایک سیاسی عقیدے کے حامل بن جائیں۔ (شعیب)

بیروزگاری سے بچنے کا یہ ایک مجرب نسخہ ہے۔

گدوال کے مندر کی دولت کس کی ملکیت ہے۔ عوام کی یا والیٔ سنستان کی؟ (اخباری سرخیاں)

جو زیر آسماں ہے وہ دھرتی کا مال ہے

کل ہند نمائش حیدرآباد

تاریخ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو حیدرآباد میں کل ہند نمائش کی افتتاح ہوگی۔ ہز اکسلنسی گورنر جنرل بہادر کی حیدرآباد میں تشریف آوری کے مدنظر افتتاح نمائش کی سابقہ تاریخ ۱۰ دسمبر بدل کر اب ۲۰ دسمبر تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ انتظامات بہت تیزی سے ہو رہے ہیں اور ہر کام مستعدی سے انجام پا رہا ہے۔ نمائش کو صد درجہ کامیاب بنانے اور افتتاح میں خوشنمائی کو زیادہ سے زیادہ شاندار بنانے کی انتہائی کوشش کی جارہی ہے۔

دنیا میں امن کیسے قائم ہو؟

از

وزیر احمد غازی

موجودہ عالمگیر فساد کی سب سے بڑی وجہ قومیت ہے۔ اور قوم پرستی اس دور کی تہذیب جہاں سوز کا سب سے بڑا تحفہ بھی سب سے بڑا نقص ہے جس کی وجہ سے جنگ پر نوبت پہنچی ہے۔ آج کل قوموں کی تعمیر اخلاقی بنیادوں پر نہیں ہوتی کہ جس کی بدولت انسان انسان کا بھائی بن کر رہے اور ایک آدمی دوسرے آدمی سے جڑ کر رہے۔ بلکہ قومیت کی پوری عمارت مادی اور قومی اسکیم پر کھڑی ہوتی ہے۔ انسانوں کے سامنے وطن کا بت رکھا جاتا ہے، ان کے سامنے نسل کی دیوی پیش کی جاتی ہے۔ اور یہ دعوت دی جاتی ہے کہ وہ آئیں اور کسی بت یا دیوی کے آستانے پر سر نیاز رکھ دیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ ان بتوں کے نام پر آتے ہیں۔ وہ جرمنی کی وجہ سے "جرمن" کہلائے جاتے ہیں۔ روس کی وجہ سے وہ روسی ہونے پر فخر کرتے ہیں الغرض اسی طرح قوموں کی تعمیر ہوتی ہے۔ اب جرمنی کا مفاد جرمن سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسے سربلند رکھے۔ اور اس کے لئے تجارتی منڈیاں قبضے میں لائے۔ روس کی دیوی کا مفاد روسی سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کے لئے منڈیاں حاصل کرے۔ امریکہ کا بت امریکن سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس پر قبضہ جمائے رکھے۔ اس کے بعد قوم پرستی کا دوسرا عمل شروع ہوتا ہے۔ جب جرمنی طاقت پکڑ جاتا ہے تو وہ ہر اس قوم کی صبح آزادی کو شام غلامی تک پہنچانا چاہتا ہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہو۔ اور اسی طرح ایک قوم چاہتی ہے کہ اس کا جھنڈا بلند رہے۔ دوسری بھی یہ چاہتی ہے کہ میرا بول بالا ہو۔ حتیٰ کہ پھر کشمکش کا میدان ہو جاتا ہے۔ اور زمین انسانی لہو سے لالہ زار بن جاتی ہے۔ ٹھیک یہی بات جوزف [illegible] ( ) کہتا ہے جو زمانہ حال کا ایک مشہور مصنف ہے:-

"...... دنیا کی مختلف قوموں کے درمیان مسابقت و مزاحمت کا جو سسٹم اس وقت قائم ہے اس کا لازمی نتیجہ یہی قوم پرستی ہے اور یہ قوم پرستی بہت جلد جارحانہ امپیریلزم میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ قومیں تجارتی فوائد کے لئے ایک دوسرے کے خلاف جدوجہد کرتی ہیں۔ اور بیرونی ممالک میں منڈیوں اور پسماندہ ممالک کی معاشی دولت پر قبضہ کرنے کے لئے ان کے درمیان کشمکش ہوتی ہے ......"

پھر آگے چل کر یہی بات پھر کہتا ہے:-

"...... ہر قوم دوسری قوم کے نقصان پہنچنے پھولنے کی کوشش کرتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوموں کے درمیان رقابت، شبہات، خوف اور نفرت کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔ معیشت کے میدان میں بین الاقوامی مسابقت سے کر کھلے میدان میں فوجی تصادم جنگ سیدھا راستہ جاتا ہے اور یہ بہت قریب کا راستہ ہے:-"

قوم پرستی کا دوسرا مطلب "انسانیت سے نفرت" ( ) ہے اس لئے قوم پرستی دنیا میں انسانی تہذیب کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ انسانی تہذیب و تمدن کے لئے سب سے بڑی لعنت ہے۔ انسانی نشو و ارتقا کے راستے میں سب سے بڑی چٹان ہے۔ قوم و وطن سے فطری حدود کو پھاند جانے والی محبت ( ) نوع انسانی کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ قوم پرستی کا یہ جنون نتیجہ کے طور پر انسان کو اپنی قوم کے سوا ہر دوسری قوم کے لئے درندہ بنا دیتا ہے۔

قوم پرستی باوجود نشو و نما نہیں پاتی بلکہ اس کا ظہور وہاں ہوتا ہے جہاں انسان کی نگاہ میں اخلاق کی کوئی قدر و وقعت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی جگہ اس کا مطمح نظر مادی فلسفہ ہوتا ہے۔ "قومیت پر ایمان رکھنے والی قوم کا مقصد زندگی" ! ( ) یہ پیش کوش ہوتا ہے اس نظریہ کے حق میں پولن پائیز ( ) جو ۱۹۲۳ء میں اس طرح لکھتا ہے:-

ایک پرانے دور میں قبرستان میں ایک قبر پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے کہ:-

"میں بے وقعت تھا اور اب بھی میری کوئی قدر و قیمت نہیں، لیکن تم جو زندہ ہو کھاؤ پیو اور محبت کرو"

میرے خیال میں زندگی کا حقیقی مقصد اسی پیغام میں مضمر ہے جو متوفی نے دیا ہے۔"

چنانچہ فقدان اخلاق کی وجہ سے گروہ سے گروہ ٹکراتا ہے کیونکہ پہلا گروہ اپنا ہی فائدہ چاہتا ہے، اور دوسرے کو نقصان اور دوسرے گروہ کی بھی یہی تمنا ہوتی ہے کہ اس کا فائدہ ہو اور دوسرے کا خسارہ ان کے درمیان رسہ کشی ہوتی ہے کہ ہم حکومت کی گدی پر بیٹھیں، ہمارے ہاتھ میں اختیار کی کنجیاں ہوں اس لئے کونسلوں میں جنگ ہوتی ہے۔ گھروں اور بازاروں میں یہی ہنگامہ برپا رہتا ہے۔ ایک قلم دوسرے قلم سے ٹکراتا ہے۔ ایک زبان دوسری زبان سے ٹکراتی ہے ایک فلسفہ کی دوسرے فلسفے سے ٹکر ہوتی ہے۔ اکثریت و اقلیت میں لڑائی ہوتی ہے۔ مزدور اور سرمایہ داری جنگ ہے۔ چنانچہ قومیں نظر آتے ہیں۔ تصادم در تصادم ہوتا ہے، جنگ در جنگ ہوتی ہے اور اس طرح مصیبت و آلام کا سلسلہ لامتناہی شروع ہو جاتا ہے۔

موجودہ قوموں کی تعمیر ( ) فلسفہ حیات پر ہوتی ہے کہ خدا اس دنیا کو تخلیق میں لا کر دنیا کے نظام سے بے تعلق ہو گیا ہے۔ وہ خیال کرتی ہیں کہ خدا کی غلامی کا قلادہ ہماری گردن میں نہیں ہے۔ اور ہم خدا کے سامنے اپنے اعمال کے لئے جواب دہ نہیں ہیں۔ یا دوسرے مکتب فکر کے نزدیک سرے سے خدا ہے ہی نہیں۔ یہ کارخانہ عالم "بے خدا" چل رہا ہے۔ میرے سامنے اس وقت ایک کتاب ( ) پڑی ہے۔ اور مندرجہ ذیل اقتباسات اسی کتاب سے لئے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:-

(۱) ایک خدا پرست نے مجھے کہا کہ اگر "خدا موجود نہیں ہے تو اسے لازماً ایجاد کرنا پڑے گا۔ کیونکہ بغیر خدا کے یہ عالم، یہ کائنات تصور میں نہیں آ سکتی" لیکن میرا ایمان یہ ہے کہ اگر "خدا موجود ہے تو انسانیت کی بھلائی اسی میں مضمر ہے کہ وہ خدا کا انکار کر دے یا اسے بھول جائے۔"

(۲) انسانیت دوراہے پر کھڑی ہے۔ وہ دو میں ایک راہ کا انتخاب کرے اور اسی پر رواں دواں ہو۔ ایک راہ سائنس کی ہے جس کی برکات عیاں اور روشن ہیں، سائنس ہمیں طاقت، دولت اور امن دیتی ہے اور دوسرا راستہ "خدا" کا ہے جو محض خیالی جنت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ خدا کے پاس سجود و قیام، مفلسی اور وبائی امراض ہیں۔

(۳) دین انسانوں کو خدا سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔ اس لئے دین انسان کو انسان سے [illegible]

مجلس دستور ساز کے انتخابی حلقوں کا اعلان

ملٹری گورنر بہادر نے ایک جریدہ غیر معمولی کے ذریعہ جو ۲ نومبر ۱۹۴۹ء کو شائع ہوا ہے دستور العمل مجلس دستور ساز حیدرآباد کے تحت مجلس دستور ساز حیدرآباد کے انتخابی حلقوں اور ان حلقوں کے دستوری دوران کے حدود کا اعلان فرمایا ہے۔ ہر انتخابی حلقے کے رقبے کی نشان دہی کے لئے مواضعات کی تعداد بلدی رقبوں، قصبوں، ریلوے کی زمینات، چھاونیات کے رقبوں اور دوسرے امور کی صراحت کردی گئی ہے۔ انتخابی حلقوں میں شامل کئے ہوئے مواضعات کی تعداد (۳۱) سے لے کر (۲۶۰) تک پہنچتی ہے۔

توقع ہے کہ انتخابی فہرستوں کے مسودے دسمبر ۱۹۴۹ء کے شروع تک چھپ جائیں گے۔ ہر انتخابی حلقے کی فہرستیں اس حلقے کے مستقر پر متعلقہ ضلع کے سیول ایڈمنسٹریٹر کے دفتر پر، ڈویژن کے دفتر پر اور اس تحصیل کے دفتر پر جس کے تحت انتخابی حلقے کا کوئی حصہ شامل ہو، شایع کئے جائیں گے۔ ہر قصبہ، موضع، بلدی رقبے یا چھاونی سے متعلق انتخابی فہرستوں کے حصے اس قصبہ، موضع، بلدیہ یا چھاونی کے دفتر پر، جیسی بھی صورت ہو، شایع کردیئے جائیں گے۔ جن بلدی رقبوں میں علحدہ واری انتخابی فہرستیں تیار کی گئی ہیں وہاں انتخابی فہرستیں ہر حلقے کے لئے علحدہ شایع کی جائیں گی۔ پوری ریاست کی انتخابی فہرستیں کمشنر انتخابات کے دفتر پر شایع کردی جائیں گی۔ عوام ان فہرستوں کی کاپیاں مقررہ قیمت ادا کر کے حاصل کرسکتے ہیں۔

دعوے اور عذرات اس سلسلے میں تمام دعوے اور عذرات، اس ناظم عدالت ضلع کے پاس پیش ہونے چاہئیں جس کے حدود ارضی میں وہ مقام شامل ہو جہاں پر رائے دہندہ کا نام درج رجسٹر کیا گیا ہے۔ دعوے اور عذرات فہرستوں کے مسودوں کی اشاعت سے تیس دن کے اندر مقررہ فارم پر پیش ہونے چاہئیں جو ضلع یا تحصیل کے دفتر سے اور بلدہ حیدرآباد اور سکندرآباد میں بلدیہ کے دفاتر سے بلا قیمت حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

عوام کی رہبری کے لئے اس کی وضاحت کی جاتی ہے کہ:-

(۱) ہر ایسا شخص دعویٰ پیش کرسکتا ہے جو رائے دہندہ کی حیثیت سے درج رجسٹر کیے جانے کا حق رکھتا ہو لیکن فہرست کے شایع شدہ مسودہ میں اس کا نام سہواً چھوٹ گیا ہو۔

(۲) ہر ایسا شخص بھی دعویٰ پیش کرسکتا ہے جس کا نام فہرست میں درج ہو چکا ہے لیکن جسے دوسرے اندراجات کے متعلق کوئی اعتراض ہو۔

صرف ایسے اشخاص درج رجسٹرات کئے جائیں گے جو قواعد تیاری فہرست ہائے انتخابات) مجلس دستور ساز حیدرآباد کے کسی قاعدے کی رو سے اندراج کے ناقابل نہ قرار پاتے ہوں۔ یہ قواعد حسب ذیل ہیں۔

کوئی شخص کسی حلقہ کی انتخابی فہرست میں شریک کئے جانے کا مستحق نہیں ہوگا اگر اس کی عمر یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو اکیس سال کی نہ ہو چکی ہو اور اگر وہ پیدایش سے یا سکونت کی بناء پر حضور نظام کی رعایا سے نہ ہو۔

توضیح اس قاعدے کی اغراض کے لئے سکونت کی بناء پر حضور نظام کی رعایا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یکم جنوری ۱۹۴۹ء سے پہلے کم از کم مسلسل پانچ سال تک ریاست حیدرآباد میں مقیم رہا ہو اور وہ اب ریاست حیدرآباد کو اپنا مستقل وطن بنانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

کوئی شخص کسی انتخابی حلقے کی انتخابی فہرست میں شریک کئے جانے کا مستحق نہیں ہوگا اگر وہ اس حلقے کے کسی مکان میں تقویمی سال ۱۹۴۸ء کے دوران میں کم سے کم (۱۸۰) دن سے کم مدت تک مقیم نہ رہا ہو۔ اس قاعدے کی اغراض کے لئے کسی شخص کے متعلق یہ سمجھا جائے گا کہ وہ کسی حلقے کے کسی مکان میں مقیم رہا ہے اگر وہ اس حلقے کے کسی مکان میں کبھی کبھی سویا کرتا ہو۔ اگر کوئی شخص اپنے مکان پر غیر موجود رہا ہو یا کوئی اور رہائشی مکان رکھتا ہو تو محض اس بناء پر یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے اس مکان کی سکونت ترک کردی ہے بشرطیکہ اسے اس مکان پر واپس آنے کی ہر وقت آزادی حاصل ہو اور اس نے واپس آنے کا ارادہ ترک نہ کیا ہو۔

کوئی شخص کسی حلقہ کی انتخابی فہرست میں شریک کئے جانے کا مستحق نہ ہوگا:-

(الف) اگر اس کی دماغی حالت درست نہ ہو اور عدالت نے اسے ایسا قرار دیا ہو۔

(ب) اگر وہ دیوالیہ ہو اور اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہ ہوا ہو۔ یا

(ج) اگر وہ انتخابات کے سلسلے میں ناجائز افعال کی بناء پر آئین مجلس مقننہ بابت ۱۳۵۵ف کے تحت، مجلس مقننہ کی انتخابی فہرستوں میں درج کئے جانے کے قابل نہ قرار پاسکتا ہو، اگر مذکورہ آئین مجلس مقننہ منسوخ نہ ہو چکا ہوتا۔

(د) اگر اس نے کسی جرم کی پاداش میں ریاست حیدرآباد یا کسی اور مقام کی کسی عدالت سے قید کی سزا پائی ہو جس کی مدت دو سال سے کم نہ ہو۔ بجز اس کے کہ اس کی رہائی کے بعد پانچ سال یا اس سے کم مدت کے عرصہ میں کا تعین ملٹری گورنر بہادر کریں گذر چکی ہو۔

لیوی کا نیا طریقہ بہت سہولت بخش ہے

معتمد صاحب رسد نے اپنے حالیہ دورہ ورنگل میں سیول ایڈمنسٹریٹر صاحب سے ضلع کے غذائی مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ ضلع سے غذائی اجناس کی خفیہ منتقلی کو روکنے کے مسئلے پر خاص طور پر بحث ہوئی اور فیصلہ کیا گیا کہ غلے کی خفیہ برآمد کو روکنے کی تدابیر کو سخت تر کردیا جائے۔

سیول ایڈمنسٹریٹر صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ فروش زیری کے ذریعہ غلے کے حصول کی ایک مہم شروع کردی جائے اور کاشتکاروں کو غلے کے حمل و نقل کی سہولتیں فراہم کی جائیں تاکہ وہ ایسے مراکز پر جہاں وہ آسانی کے ساتھ پہنچ سکتے ہوں، غلہ داخل کرسکیں۔ نیز غلے کی قیمت کی فوری ادائی کا انتظام کیا جائے۔

ضلع کی غذائی مشاورتی کمیٹی کے ارکان نے معتمد صاحب رسد سے لیوی کے نئے طریقہ پر بحث کی۔ معتمد صاحب موصوف نے ان کی تنقید اور اعتراضات کو سننے کے بعد ان سے خواہش کی کہ وہ لیوی کی فہرستوں کی تفصیلی طور پر جانچ کریں اور یہ جانچیں کہ کن صورتوں میں یہ طریقہ تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ جن مواضعات برگی گنڈہ، مرہشواڑہ، کمہارپلی کی فہرستوں کی تفصیلی جانچ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ برگی گنڈہ کے (۲۵۹) کاشتکاروں میں سے صرف (۳۳) سے لیوی وصول کی جائے گی اس طرح مرہشواڑہ میں (۳۰۰) کاشتکاروں میں سے صرف (۵۰) اور کمہارپلی میں (۷۰) کاشتکاروں میں سے صرف (۲۰) کو لیوی ادا کرنی پڑے گی۔ برگی گنڈہ میں لیوی کا مطالبہ (۲۰۰) من تھا حالانکہ ۱۳۵۸ف میں غلہ حاصل کیا گیا تھا۔

غذائی مشاورتی کمیٹی کے ارکان لیوی کے اس منصفانہ مطالبے سے نہ صرف مطمئن ہوگئے بلکہ بعض ارکان نے یہ خیال ظاہر کیا کہ سابقہ طریقے کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے جس سے حکومت کو زیادہ غلہ حاصل ہوسکتا تھا لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا کہ حکومت نے ایک پالیسی اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے جس کے تحت ہر شخص کو اپنی پیداوار کی حیثیت کے مطابق لیوی ادا کرنی ہوگی اور کسی کو بے جا تکلیف نہیں پہنچے گی۔

غذائی مشاورتی کمیٹی کے ارکان نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ چھوٹے کاشتکاروں کے پاس کاشت کے اخراجات کے لئے زیادہ غلہ محفوظ رکھا جانا چاہئے انہیں تجویز دی گئی کہ اس بارے میں ضروری تفصیل میں ہوئی جلدی ہے اور مناسب غور کے بعد اس مسئلہ کا تصفیہ کیا جائے گا۔ بعض تعداد وں نے یہ بھی کہا کہ لیوی کے نئے طریقہ کے تحت پچھلے سالوں کے مقابلہ میں بہت تھوڑا غلہ جمع ہوگا اور سوال کیا کہ حکومت اس بارے میں کیا تدابیر اختیار کرنا چاہتی ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ حکومت پچھلے سالوں سے زیادہ غلہ خریدے گی۔

دنیا میں امن کیسے قائم ہو؟

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

منتشر پھیلاتا ہے اور جب تک یہ وہم پرستی اور تاریک خیالی موجود ہو، اس وقت تک انسانوں میں اتحاد و اتفاق نہیں ہو سکتا "خدا" "عقل اور دماغ کی مکمل نفی" یہ وہ نظریہ ہے جس نے دنیا میں بربادی اور کشت و خون کا بازار گرم کر رکھا ہے تخریب و ہلاکت کے طوفان چلائے ہیں اور دنیا کے امن کو تہ و بالا کر رکھا ہے۔ تصادم جنگیں اور انقلابات اسی نے جن کے کرشمہ سازیاں ہیں اس مسلک سے جو نتائج برآمد ہوئے اور جس قسم کا نا گزیر رونما ہوا الحاد و کفر ( ) کرب انتہا اور تردید جیسا اپنی مخصوص طرز سے اپنے باوقار انداز سے کہا کرتے ہیں کہ آدمی وہ اپنے اوپر کسی کو حاکم۔ قانون ساز۔ خالق، رازق اور فرمانروا تسلیم نہیں کرتا۔ اس لئے وہ شتر بے مہار بن جاتا ہے۔ وطنی مسائل میں الجھ جاتا ہے ہر قسم کا طوفان بدتمیزی اٹھاتا ہے، فتنہ پیدا کر کے اپنا مطلب نکالتا ہے۔ کمزوروں پر بے پناہ ظلم ڈھاتا ہے خدا کے بندوں پر حاکمیت کا ادعا کرتا ہے اور اسی فلسفہ حیات کی وجہ سے مغرب چاہتا ہے کہ مشرق کو غلام بنائے رکھوں مشرق چاہتا ہے کہ زمام اختیار میرے ہاتھ ہو۔ گوری نسل چاہتی ہے کہ کالی نسل کے خون سے اپنے ایوان کی دیواریں پلستر کرے اور سرمایہ دار کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ مزدوروں کی کمائی سے اپنی عشرت گاہ کا سامان زینت مہیا کرے۔

یہ تین اصول جن کی تشریح میں نے مختصراً آپ کے سامنے کی ہے، موجودہ دور کے نظام زندگی کی بنیاد ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ تین اصول غلط ہیں۔ ہم پوری بصیرت کے ساتھ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ یہ اصول صرف غلط ہی نہیں بلکہ ان تمام جنگوں، بدامنیوں اور مصیبتوں کی جڑیں ہیں جن میں آج انسانیت مبتلا ہے۔ ہماری دشمنی دراصل انہی اصولوں سے ہے۔ ہم ان اصولوں کے خلاف پوری طاقت سے لڑنا چاہتے ہیں۔ ہم اس نظام اجتماعی کو بیخ و بن سے اکھیڑ دینا چاہتے ہیں۔ جو فاسد اصولوں پر بنایا گیا ہو۔ ہمیں ان اصولوں پر کیا اعتراض ہے اور کیوں اعتراض ہے؟ اس کے لئے لمبی بحث درکار ہے۔ اب میں ان کے مقابلے میں چند دوسرے اصول پیش کرتا ہوں چونکہ مضمون لمبا ہو گیا ہے اس لئے تشریح پھر کبھی پیش کروں گا۔ انشاء اللہ۔

قوم پرستی کے مقابلہ میں انسانیت۔
مادیت کے مقابلہ میں اخلاق اور روحانیت۔
مادی کے مقابلہ میں خدا اور صرف خدا سے وابستگی بندگی و اطاعت۔

آپ غور کریں کہ اگر دنیا میں ان اصولوں کا راج ہو تو کیا خون خوار درندے رہ جائیں گے۔ کیا خون آشام آدمی سلامت رہیں گے۔ کیا بے ایمان تلواریں ہوں گی۔ کیا زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں ہوں گی کیا ایک انسان دوسرے انسان کا خون چوس سکے گا نہیں ہرگز نہیں۔ آخر جب دلوں کی اقلیم میں انقلاب برپا ہو جائے گا تو کسی جگہ بھی ظلم و استبداد کو سر چھپانے کو جگہ نہ مل سکے گی "ہم خدا کے بندے ہیں" صرف یہی آواز حق ہے جس سے دنیا کا گوشہ گوشہ گونج اٹھے اسی حربہ سے شاہان عالم کی مرتبہ قدوسیت پر ضرب لگائی جا سکتی ہے۔ قیصر، کسریٰ، سٹالن، فرعون اور اٹیلی کا دکار ختم ہو سکتا ہے۔ اسی ضرب بے پناہ سے انسانی غلامی کی زنجیروں کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں صرف یہی اصول ہیں جن پر صالح تمدن، پاکیزہ سیاست اور ستھرے معاشرہ کی تعمیر کی جا سکتی ہے صرف اسی اعلان حق کی وجہ سے انسان انسان پر حاکمیت کا ادعا نہیں کر سکے گا کوئی خاص اور کوئی عام نہیں ہوگا۔ کوئی امیر اور کوئی غلام نہیں ہوگا۔

اسلامستان کی تحریک سے پاکستانی مفاد کو نقصان

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۲ کالم ۳)

دہلی اور دوسرے مقامات پر جہاں غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے شبہات دور کر کے یقین دہانی کریں سو فٹی پیکٹ کا ذکر اسلامستان کے قیام کے ساتھ جن جلسوں میں کیا گیا ہے۔ اس سے فطری طور پر کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کے خلاف دفاع کیا جائے گا۔ خصوصاً اس وقت جب کہ بے تعلق علقوں سے بھی اسلامستان کی حمایت کی جائے۔

آخر میں ڈان نے کہا ہے: جو کچھ ہے ہم نے اوپر کہا ہے اس کے پیش نظر ہم چودھری خلیق الزمان سے بادب درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے اسلامستان کو تہ کر رکھیں۔

لاہور کے اخبار پاکستان ٹائمز نے بھی اسی طرح سے اظہار رائے کیا ہے اور لاہور کے اردو اخبار زمیندار نے کہا ہے: ہم چودھری خلیق الزمان صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اجتماعی کام مرکز کون ہے کہ مدینہ کی مسجد نبوی یا برطانوی وزارت خارجہ کا دفتر۔

خیال کیا جاتا ہے کہ پاکستان کے اخباروں کی اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ چودھری خلیق الزمان کے دورہ کو مصر اور مشرق وسطی کے اخباروں اور سیاست دانوں نے بہت شبہ کی نظر سے دیکھا اور سرد مہری برتی اس شبہ نے کہ پاکستان مشرق وسطی کے ممالک کے لیڈری حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے تمام متعلقہ ملکوں کے دل میں شبہ پیدا کر دیا اور اس طرح سے پاکستان اور ان ممالک کے درمیان موجودہ تعلقات بھی خطرہ میں آ گئے۔

اشتہار

بجریہ محکمہ نظامت عدالت دیوانی ضلع میدک مستقر سنگاریڈی واقع ۲۴ دی ۱۳۵۹ ف

نمبر مقدمہ (۲/۱) ۱۳۵۹ ف باجلاس مولوی محمد ابو الحسن بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ناظم عدالت ضلع میدک۔

عبد القادر درخواست گزار ساکن سدا سیو پیٹھ تعلقہ کلبگور بنام منیجر گراپر یٹیو انشورنس فنڈ۔ دعوی عطائے صداقت وراثت حسب دفعہ (۶)۔ مقدمہ مندرجہ عنوان میں درخواست گزار نے بذریعہ درخواست عطائے صداقت نامہ وراثت حسب دفعہ (۶) معذرات ذیل پیش کی ہے۔

ف ۱۔ یہ کہ مسمی عبد العزیز ولد عبد الغنی ساکن سدا سیو پیٹھ کے نام ایک لائف انشورنس پالیسی نشان (۱۹۵۳۸) کمپنی مذکور کی موجود ہے عبد العزیز مذکور کا انتقال ۸ آذر ۱۳۵۸ ف کو ہوا ہے جس کو ایک سال ایک ماہ (۱۳) یوم کا عرصہ ہو چکا ہے۔ ف ۲۔ یہ کہ متوفی کی بیوی کا بھی انتقال ہو چکا ہے اب اس کے صرف دو نابالغ لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ جن کا نام بالترتیب (۱) عبد القدیر نابالغ عمر (۱۳) سالہ (۲) عبد الحمید نابالغ عمر (۱۱) سالہ (۳) عابدہ بی عمر (۸) سالہ ہے جو درخواست گزار کے زیر پرورش ہیں ان کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں ہیں۔ ف ۳۔ یہ کہ سائل متوفی کا حقیقی برادر کلاں ہے متوفی کے نابالغ لڑکوں کی پرورش و نگرانی کر رہا ہے اس مستحق حصول سرٹیفکٹ وارث ہے۔ ف ۴۔ یہ کہ پالیسی کو جس کے لئے صداقت نامہ کی ضرورت ہے۔ (الف ۲۰۰۰) دو ہزار روپیہ کی پالیسی ہے۔ پس بوجوہات بالا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ جس کسی کو عطائے صداقت نامہ وراثت کے نسبت عذر ہو۔ تاریخ پیشی ۲۲ بہمن ۱۳۵۹ ف پر عدالت ہذا میں حاضر ہو کر وجہ ظاہر کریں بصورت عدم حسب ضابطہ کارروائی عمل میں آئیگی فقط مہر عدالت ضلع میدک

اعلان

نشان (۲۹) واقع ۲۴ بہمن ۱۳۵۹ف

ذریعہ ہذا باشندگان شہر کو مطلع کیا جاتا ہے کہ راتب کارڈز گھر لو صرف کی مدت ۱۵ بہمن ۱۳۵۹ف کو ختم ہو رہی ہے۔ موجودہ راتب کارڈز پر ہی غلہ ختم بہمن ۱۳۵۹ف تک اجراء کیا جائیگا جس کے متعلق دوکانداران راتب بندی کو ہدایتیں دیدی گئی ہیں۔

یکم جنوری ۱۹۵۰ء سے جدید کارڈز اجراء ہوں گے۔ فقط (ناظم راتب بندی)

اعلان

نشان (۳۰) واقع ۲۴ بہمن ۱۳۵۹ف

ذریعہ ہذا باشندگان شہر کو مطلع کیا جاتا ہے کہ راتب کارڈز گھر لو صرف کی مدت ۲۴ نومبر ۱۹۴۹ء کو ختم ہو رہی ہے۔ موجودہ راتب کارڈز پر ہی غلہ ختم دسمبر ۱۹۴۹ء تک اجراء کیا جائے گا جس کے متعلق دوکانداران راتب بندی کو ہدایتیں دیدی گئی ہیں۔

یکم جنوری ۱۹۵۰ء سے جدید کارڈز اجراء ہوں گے۔ فقط (ناظم راتب بندی)

تاجران راتب بندی کو کافی منافع

مل رہا ہے

دوکانداران راتب بندی کے کمیشن سے متعلق بعض اخبارات میں شکایتی مراسلے شائع ہوئے ہیں کہ انھیں جو معاوضہ دیا جاتا ہے وہ ناکافی ہے۔ اس خصوص میں سرکاری ملقوں میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حکومت حیدرآباد تاجران راتب بندی کو جو کمیشن دیتی ہے وہ اس کمیشن سے زیادہ ہے جو متصل صوبہ جات میں تاجران راتب بندی کو دیا جاتا ہے۔ مزید برآں حیدرآباد میں تاجران راتب بندی کو باردانہ بھی مفت دیا جاتا ہے۔ سرکاری عہدہ داروں کا اندازہ ہے کہ کمیشن کی رقم اور باردانہ کی قیمت ملائی جائے تو فی تھیلہ تقریباً تین روپیہ منافع تاجروں کو مل جاتا ہے ان حالات میں اضافہ کمیشن کی خواہش حکومتی حلقوں میں بے جا تصور کی جا رہی ہے۔

دی اردو پریس لمیٹڈ میں چھپ کر دفتر مملکت سانچہ چوپ حیدرآباد دکن سے شائع ہوا